مقدمہ

اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے حسب ذیل قواعد اچھی طرح مطالعہ فرما کر یاد فرمالیں۔ یہ قواعد بہت ہی کارآمد ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱:۔ اسناد کے لحاظ سے حدیث کی بہت قسمیں ہیں مگر ہم صرف تین قسموں کا ذکر کرتے ہیں

حدیث صحیح۔ حدیث حسن۔ حدیث ضعیف۔

صحیح:۔ وہ حدیث ہے۔ جس میں چار خوبیاں ہوں۔

﴿1﴾......اس کی اسناد متصل ہو کہ حضور ﷺ سے لے کر مولف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ چھوٹا نہ ہو۔

﴿2﴾......اس کے سارے راوی اول درجہ کے متقی پرہیزگار ہوں۔ کوئی فاسق یا مستور الحال نہ ہو۔

﴿3﴾......تمام راوی نہایت قوی الحافظہ ہوں کہ کسی کا حافظہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کمزور نہ ہو

﴿4﴾......وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حسن:۔ وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ یعنی کسی کا تقویٰ یا قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ضعیف:۔ وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی متقی پرہیزگار یا قوی الحافظہ نہ ہوں۔ یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۲:۔ پہلی دو قسمیں یعنی صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں معتبر ہے۔ احکام میں معتبر نہیں یعنی اس سے حلال وحرام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عظمت وفضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

نتیجہ:۔ ضعیف حدیث جھوٹی یا غلط یا گھڑی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے۔ جیسا کہ غیر مقلدوں نے عوام کو ذہن نشین کرا دیا ہے کہ لوگوں نے اسے کھا جانے والا ہوا سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو سے کچھ کم رکھا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳:۔ اگر حدیث ضعیف کسی وجہ حسن بن جاوے تو وہ بھی مطلقاً معتبر ہے۔ اس سے احکام وفضائل سب کچھ ثابت ہو سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤:۔ حسب ذیل چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ دو یا زیادہ سندوں سے روایت ہو جانا اگرچہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں۔ یعنی اگر ایک حدیث چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جاوے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔

(مرقات۔ ضوموعات کبیر۔ شامی۔ مقدمہ مشکوۃ شریف مولانا عبدالحق۔ رسالہ اصول حدیث للجرجانی اول ترمذی شریف وغیرہ)

علماء کاملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یعنی اگر حدیث ضعیف پر علماء دین عمل شروع کر دیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جاوے گی اس ہی لئے امام ترمذی فرما دیتے ہیں۔

هذا الحديث غريب ضعيف والعمل عليه عند اهل العلم۔

ترجمہ: یہ حدیث ہے تو غریب یا ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف نا قابل عمل مگر علماء امت نے بیوقوفی سے عمل کر لیا اور سب گمراہ ہو گئے۔ بلکہ مطلب یہ ہی ہے کہ حدیث روایۃً کے لحاظ سے ضعیف تھی۔ مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہو گئی۔

علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے شیخ محی الدین بن عربی ایک حدیث سنی تھی کہ جو ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک جوان نے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ شیخ نے

ستر ہزار بار کلمہ پڑھا ہوا تھا۔ اپنے دل میں اس کی ماں کو بخش دیا دیکھا کہ جوان ہنس پڑا اور بولا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی (صحیح البہاری)۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

تحذیر الناس مصنفہ محمد قاسم میں یہ ہی واقعہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا۔

قاعدہ نمبر ۵:۔ اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ لہذا ایہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو تیسری میں صحیح اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرما دیتے ہیں۔

هذا الحديث حسن صحيح غريب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۱۴۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ یہ حدیث چند سندوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب۔

قاعدہ نمبر ۶:۔ بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے معز نہیں۔ لہذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی ہو۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہی حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔ آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا۔ لہذا کسی وہابی کو یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہو کر ملی۔

لطیفہ:۔ ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قراۃ خلف الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی ہم نے یہ حدیث پیش کی۔

قراة الامام له قراءة۔

ترجمہ: امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابی جی بولے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی اسناد میں جابر جعفی ہے۔ جو ضعیف ہے ہم نے پوچھا کہ جابر جعفی کب پیدا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ تڑپ کر بولے ۳۲۵ھ میں ہم نے کہا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا تب جابرا اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے۔ کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہے اور وفات ۱۵۰ھ میں لہذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی۔ بعد کے محدثین کو ضعیف ہو کر ملی وہابی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ بغیر جواب دیئے فوت ہو گئے۔

لہذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہابی کو ضعیف ضعیف کہنے سے روکیں۔ وجہ ضعیف پوچھیں پھر یہ تحقیق کریں کہ ضعف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا انشاء اللہ وہابی جی پانی مانگ جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سبق بھول جائیں گے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے۔ اس وقت حدیثیں بہت کم ضعیف تھیں۔ امام صاحب تابعی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷:۔ جرح مبہم قابل قبول نہیں یعنی کسی ناقد حدیث خصوصاً ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں حدیث یا راوی ضعیف ہے غیر معتبر ہے۔ جب تک یہ نہ بتائے کہ کیوں ضعیف ہے۔ اور اس راوی میں کیا ضعاف ہے۔ کیونکہ وجہ ضعف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں۔ دیکھو تدلیس۔ ارسال۔ گھوڑے دوڑانا۔ مذاق۔ نوعمری۔ فقہ میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے۔ مگر حنفیوں کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں۔ (نور الانوار بحث طعن علی الحدیث)

حاشیہ.....☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الجرح فانه لا یقبل الا مفسرا مبین السبب..... فلا بد من بیان سببه لینظر فیما هو جرح ام لا۔

ترجمہ: کوئی جرح اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے کیونکہ بسا اوقات جارح ایسی جرح کرتا ہے جو موجب جرح نہیں کرتی۔

(مقدمۃ ابن الصلاح ص ۱۴۰ نوع ۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقد ذکر ان الشافعی انما اوجب الکشف عن ذلك لانه بلغه ان انساناً جرح رجلا فسئل عما جرحه به فقال رایته یبول قائماً فقیل له و ما فی ذلك ما یوجب جرحه؟ فقال لانه یقع الرشیش علیه وعلی ثوبه ثم یصلی فقیل له رایته یصلی کذلك؟ فقال لا فهذا ونحوه جرح بالتاویل والجهل والعالم لا یجرح احدا بهذا وامثاله۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسباب جرح کو بیان کرنا ضروری ہے اس لئے کہ بسا اوقات جرح کرنے والا ایسی چیز کو جرح کا سبب قرار دیتا ہے جو موجب جرح نہیں ہوتی۔ مجھے ایک شخص پر جرح کی خبر پہنچی تو میں نے ناقد سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اب اس کے کپڑے ناپاک ہوئے ہوں گے اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھی ہوگی تو صدوق کہاں رہا؟ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اسے ان کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اس طرح کی جرح فن مصطلح الحدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کوئی عالم کسی کو اسی طرح کی جرح سے مجروح قرار نہیں دیتا۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں۔

لا یقبل الجرح الا مفسرا۔

(رسالۃ فی الجرح والتعدیل ص ۴۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الاقصیٰ الکویت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

(ولا یقبل الجرح الا مبین السبب) لانه یحصل بامر واحد ولا یشق ذکره ولان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدهم الجرح بناء علی ما اعتقده جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من بیان سببه لینظر هل هو قادح ام لا؟ قال ابن الصلاح وهذا ظاهر مقرر فی الفقه واصوله وذکر الخطیب انه مذهب الائمة من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرهما ولذالك احتج البخاری بجماعة سبق من غیره الجرح لهم کعکرمة وعمرو بن مرزوق واحتج مسلم بسوید بن سعید وجماعة اشتهر الطعن فیهم۔

ترجمہ: جرح وہ قبول کی جاتی ہے جس کا سبب بیان کیا جائے اس لئے کہ جرح کسی ایک بات کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا ذکر کرنا مشکل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اسباب جرح میں علماء مختلف ہیں بعض علماء اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کا اطلاق کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت جرح نہیں ہوتی لہٰذا جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تا کہ دیکھا جا سکے کہ جرح قابل قدح ہے بھی یا نہیں؟

قاعدہ نمبر۸:۔ اگر جرح وتعدیل میں تعارض ہوتو تعدیل قبول ہے نہ کہ جرح یعنی ایک راوی کو محدث نے ضعیف کہا کسی نے اسے قوی فرمایا۔بعض تواریخ سے اس کا فسق ثابت ہوا بعض نے فرمایا کہ وہ متقی صالح تھا تو اسے متقی مانا جاوے گا۔اور اس کی روایت ضعیف نہ ہوگی۔کیونکہ مومن میں تقویٰ اصل ہے۔

قاعدہ نمبر۹:۔ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا ضعف ہونا لازم نہیں۔لہٰذا اگر کوئی محدث کسی حدیث کے متعلق یہ فرمادیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے معنی یہ نہیں کہ ضعیف ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو۔صحیح وضعیف کے درمیان بہت درجے ہیں۔

قاعدہ نمبر۱۰:۔ صحیح حدیث کا دارومدار مسلم بخاری یا صحاح ستہ پر نہیں کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ہمارا ایمان حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔نہ کہ محض بخاری ومسلم وغیرہ پر حضور کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے بخاری میں ہو نہ ہو تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔مگر مسلم بخاری پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

قاعدہ نمبر۱۱:۔ کسی عالم فقیہ کا کسی حدیث کو بغیر اعتراض قبول کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔اگر کوئی فقیہ عالم مجتہد ضعیف حدیث کو قبول فرمادے تو اس سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاوے گی۔ولی الدین محمد ابن عبداللہ خطیب تمریزی صاحب مشکوۃ خطبہ مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

وانی اذا اسندت الحدیث الیھم کانی اسندت الی النبی ﷺ۔

ترجمہ: میں نے جب حدیث کو ان محدثین کی طرف منسوب کر دیا تو گویا حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب کر دیا۔

(مشکوۃ المصابیح ص۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان قواعد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ان میں کوئی ضعیف نہیں ہوسکتی کہ ان پر امت کا عمل ہے۔ان کو علماء فقہاء نے قبول فرمالیا۔ہے ان میں سے ہر حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔فقیر حقیر ان شاءاللہ ہر مسئلہ پر اتنی حدیثیں پیش کرے گا۔جن سے کوئی حدیث ضعیف نہ کہی جاسکے کیوں کہ اسنادوں کی کثرت ضعیف کو حسن بنادیتی ہے۔احمد یار خاں۔

قاعدہ نمبر۱۲:۔ اگر حدیث وقرآن میں تعارض نظر آئے تو حدیث کے معنی ایسے کرنے چاہئیں جس سے دونوں میں موافقت ہو جاوے تعارض جاتا رہے ایسے ہی اگر حدیثیں آپس میں مخالف معلوم ہوں تو ان کے ایسے معنے کرنے لازم ہیں کہ مخالف نہ رہے اور سب پر عمل ہو جاوے اس کی مثال یہ ہے رب فرماتا ہے۔

فاقرء وما تیسر من القرآن۔

ترجمہ: جس قدر قرآن مجید آسان ہو نماز میں پڑھ لو۔

(سورہ المزمل آیت نمبر۲۰)

حاشیہ......☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے اور فقہ واصول فقہ میں مقرر ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی جماعت سے احتجاج کیا جن کے حق میں اوروں سے جرح ثابت تھی جیسے عکرمہ عمرو بن مرزوق اور امام مسلم نے سوید بن سعید اور ایک جماعت سے احتجاج کیا جن میں طعن مشہور تھا۔

(تدریب الراوی ج۱ص۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

لیکن حدیث شریف میں ہے۔

لاصلوة لمن لم یقراء بفاتحة الکتاب۔

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھ اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری ج ۱ص ۲۶۳رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ دارابن کثیر بیروت)

یہ حدیث اس آیت کی مخالف معلوم ہوتی ہے لہذا حدیث کے معنی یہ کرو کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ مطلقاً قرات نماز میں فرض ہے اور سورہ فاتحہ پڑھنا واجب تعارض اٹھ گیا اور قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہوگیا۔ نیز رب فرماتا ہے۔

واذا قرائ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴)

لیکن حدیث شریف میں ہے۔

لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب۔

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری ج ۱ص ۲۶۳رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ دارابن کثیر بیروت)

یہ حدیث اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے قرآن مطلقاً خاموشی کا حکم دیتا ہے اور حدیث شریف مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتی ہے۔ لہذا یہ مانو کہ قرآن کا حکم مطلق ہے اور حدیث شریف کا حکم اکیلے نمازی یا امام کے لئے ہے۔ مقتدی کے لئے امام کا پڑھ لینا کافی ہے کہ یہ اس کی حکمی قرات ہے۔ غرضیکہ یہ قاعدہ نہایت اہم ہے اور اگر کوئی حدیث آیت قرآنی کے یا اپنی سے اوپر والی حدیث کے ایسے مخالف ملے کہ کسی طرح مطابقت ہو ہی نہ سکے تو پھر قرآن کریم یا اس سے اوپر والی حدیث کو ترجیح ہوگی اور یہ حدیث قابل عمل نہ ہوگی۔ یہ حدیث منسوخ مانی جاوے گی۔ یا حضور کی خصوصیت میں سے شمار ہوگی۔ اس کی بہت مثالیں ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۳:۔ حدیث کا ضعیف ہوجانا غیر مقلدوں کے لئے قیامت ہے۔ کیونکہ ان کے مذہب کا دارومدار ان روایتوں پر ہی ہے۔ روایت ضعیف ہوئی تو ان کا مسئلہ بھی فنا ہو۔ مگر حنفیوں کے لئے کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قول امام ہے۔ قول امام کی تائید یہ روایتیں ہیں۔ ہاں امام کی دلیل قرآن وحدیث ہیں۔ مگر امام صاحب کو جب حدیثیں ملیں تو صحیح تھیں کہ ان کی اسناد میں یہ نہ تھیں جو مسلم بخاری کی ہیں اگر پولیس ملزم کو جیل میں دیدے تو پولیس کی دلیل حاکم کا فیصلہ ہے نہ کہ تعزیرات ہند کے دفعات ہاں حاکم کی دلیل یہ دفعات ہیں یہ بات یاد رکھو۔ تقلید اللہ کی رحمت ہے غیر مقلدین رب کا عذاب۔

☆..........☆